نو مسلم اسلام کے تمام قوانین پر عمل کیسے کرے گا؟

دار الافتاء اھلسنت (دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر اسلام قبول کرتے ہی اسلام کے تمام قانون نو مسلم (New Muslim) پر لاگو ہوں گے، تو ایک نیو مسلم ان سب قوانین پر کیسے عمل کر سکے گا؟

جواب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

دینِ اسلام "دینِ فطرت" ہے۔ اِسے قبول کرنے کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اِس دینِ حنیف کو مکمل طور پر تسلیم کرلے اور اس کے تمام احکام کے سامنے سرِ تسلیم خم کردے، لہذا کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کرنا درحقیقت اللہ تعالیٰ کی حاکمیتِ اعلیٰ کو تسلیم کرنے اور اُس کے نازل کردہ ضابطۂ حیات کو اپنی زندگی کے لیے منتخب کرنے کا عہد و پیمان ہے، چنانچہ جب غیر مسلم قبولِ اسلام کرتا ہے، تو اُسی لمحے وہ شرعی احکام کا پابند ٹھہرتا ہے اور اس پر اسلام کے تمام قوانین لاگو ہو جاتے ہیں۔

یہ بالکل ایسا ہی ہے کہ جب کوئی شخص کسی کمپنی میں ملازمت اختیار کرتا ہے تو وہ پہلے دن سے ہی کمپنی کی تمام پالیسیوں اور ضوابط کا پابند ہو جاتا ہے، چاہے اسے ابھی تمام تفصیلات معلوم نہ ہوں۔ وہ یہ نہیں کہتا کہ میں صرف تنخواہ لوں گا لیکن ڈسپلن کے قوانین بعد میں سیکھوں گا، بلکہ اُس کا معاہدے پر دستخط کرنا ہی اس بات کا اقرار ہوتا ہے کہ وہ پورے نظام کو اصولی طور پر قبول کرتا ہے۔

اسی طرح جب کوئی طالب علم یونیورسٹی میں داخلہ لیتا ہے تو وہ داخلے کے ساتھ ہی یونیورسٹی کے تمام تعلیمی قوانین کا پابند ہو جاتا ہے۔ اِسی طرح کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کرنا بھی ایک ایسا اقرار ہے، جس میں بندہ اللہ تعالیٰ کو اپنا حاکم اور اسلام کو اپنا دین مان کر اُسے مجموعی حیثیت کے ساتھ بلا تفریق و تخصیص قبول کرتا ہے۔

اب پوچھے گئے سوال کی بنیادی شِق "ایک نیو مسلم اُن سب قوانین پر کیسے عمل کر سکے گا؟" کا جواب سمجھنے کے لیے دو اہم امور میں فرق کرنا نہایت ضروری ہے: (1) شرعی احکام کو تسلیم کرلینا، (2) شرعی احکام پر عمل کرنے کی عملی

استطاعت اور تدریجی کیفیت۔

(1) شرعی احکام کو تسلیم کرلینا

جب کوئی شخص کلمہ پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہوتا ہے تو گویا وہ عہد کرتا ہے کہ دینِ اسلام کے ہر حکم کو مانے گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو خطاب کرتے ہوئے بھی یہی ارشاد فرمایا:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً﴾

ترجمہ کنزالعرفان: اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہوجاؤ۔ ﴿پ02، البقرۃ: 208﴾ اس آیت کی مراد یہ ہے کہ دینِ اسلام کو بحیثیتِ مجموعی قبول کیا جائے۔ اُس کے بعض احکام کو ماننا اور بقیہ کو نہ ماننا ہرگز قابلِ قبول نہیں ہے بلکہ حکمِ خداوندی یہ ہے کہ لوگ ایمان کے تمام شعبوں اور اسلام کے جملہ احکام کو تسلیم کریں اور ان پر شریعت کے تفصیلی احکام کے مطابق عمل کریں۔

یونہی دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا:

﴿وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ یَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ﴾

ترجمہ کنزالعرفان: اور کسی مسلمان مرد اور عورت کیلئے یہ نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا فیصلہ فرمادیں تو انہیں اپنے معاملے کا کچھ اختیار باقی رہے۔ ﴿پ22، الأحزاب: 36﴾

(2) احکام پر عمل کرنے کی عملی استطاعت اور تدریجی کیفیت۔

جہاں تک ان تمام احکام پر عمل کا تعلق ہے، جیسا کہ سوال کا بنیادی حصہ بھی یہی ہے کہ "ایک نیو مسلم ان سب قوانین پر کیسے عمل کرسکے گا" تو یاد رکھیں کہ اسلام کا کمال یہ ہے کہ وہ انسانی فطرت کو مدنظر رکھتے ہوئے احکام میں تخفیف اور انسان کی کمزوری کی رعایت کرتا ہے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿یُرِیْدُ اللّٰهُ اَنْ یُّخَفِّفَ عَنْكُمْ وَ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا(۲۸)﴾

ترجمہ کنزالعرفان: اللہ چاہتا ہے کہ تم پر آسانی کرے اور آدمی کمزور بنایا گیا ہے۔ ﴿پ05، النساء: 28﴾ لہٰذا نو مسلم سے متعلقہ کثیر احکام کا عملی نفاذ اُس کے علم اور استطاعت سے مشروط کیا گیا ہے۔ اِس کی وجہ یہی ہے کہ دینِ اسلام، دینِ رحمت ہے۔ یہ انسان کی فطرت اور اس کی استعداد کا پورا لحاظ رکھتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾

ترجمہ کنزالعرفان: اللہ کسی جان پر اس کی طاقت کے برابر ہی بوجھ ڈالتا ہے۔ ﴿پ03، البقرۃ: 286﴾ مزید فرمایا:

﴿وَ مَا جَعَلَ عَلَیۡكُمۡ فِی الدِّیۡنِ مِنۡ حَرَجٍ﴾

ترجمہ کنزالعرفان: اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی۔ ﴿پ17، الحج: 78﴾

شریعتِ اسلامیہ ایک نو مسلم سے ہرگز یہ توقع نہیں کرتی کہ وہ پہلے ہی دن تمام فرائض، سنتوں اور آداب کا جاننے والا اور اُن کا عامل ہو جائے، بلکہ اس پر لازم ہوتا ہے کہ وہ فوری طور پر اسلام کی حقانیت مانے، اِس کے جملہ عقائد کو اجمالی طور پر درست اور برحق مانے پھر اس کی ضروری تفصیل سیکھنا اور تفصیلی طور پر ماننا شروع کر دے۔ اسی طرح قبولِ اسلام کے بعد نماز جیسے اہم ترین فرض کو سیکھنے کی کوشش شروع کرے اور جیسے بھی ممکن ہو نماز ادا کرے اور اسی طرح بتدریج اسلام کے دیگر احکام کا علم حاصل کرتے ہوئے اپنی زندگی کو اسلام کے سانچے میں ڈھالتا رہے۔

اِس کلام سے معلوم ہوا کہ نو مسلم کے لیے تمام نافذ شدہ احکام پر عمل اُس صورت میں مشکل ہو کہ جب اُس سے اُن احکام کو کامل طور پر فی الفور طلب کیا گیا ہو، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اس کی بہت بڑی مثال یہ ہے کہ اسلام لانے کے بعد نو مسلم کو جلد پیش آنے والا فرض عمل "نماز" ہے جس سے پہلے طہارت ضروری ہے۔ طہارت یعنی وضو یا وضو و غسل کا ضروری اسلامی طریقہ تو محض کسی سے ایک دو مرتبہ بتانے سے سیکھ جائے گا، جبکہ نماز کے اندر قراءت ایک اہم اور مشکل امر ہوگا، اس لئے دینِ اسلام نے یہاں پر نو مسلم کے لیے آسانی رکھی، چنانچہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی:

"إني لا أستطيع أن آخذ من القرآن شيئا فعلمني ما يجزئني منه، قال: "قل: سبحان الله، والحمد لله، ولا إله إلا الله، والله أكبر"

ترجمہ: میں قرآن میں سے کچھ نہیں پڑھ سکتا، اس لیے آپ مجھے کوئی ایسی چیز سکھا دیجیے کہ جو اُس کے بدلے مجھے کفایت کرے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم «سبحان الله والحمد لله ولا إله إلا الله والله أكبر» کہا کرو"۔ (سنن ابی داود، جلد 1، صفحہ 220، مطبوعہ المكتبة العصرية)

یونہی مفتی امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ نے قراءت سے عاجز نو مسلم شخص کے متعلق تفصیلی کلام لکھا، جس کا خلاصہ یہ ہے: "نماز میں قرآن مجید کی تلاوت اس کی اصل عربی زبان ہی میں کرنا فرض ہے، کیونکہ قرآن عربی میں نازل ہوا ہے اور کسی دوسری زبان میں اس کا ترجمہ پڑھنا قرآن کی تلاوت شمار نہیں ہوگا۔ لہٰذا، جو شخص عربی پڑھنے پر قادر ہو، اگر وہ

ترجمہ پڑھے گا تو اس کی نماز نہیں ہوگی، البتہ اگر کوئی شخص بالکل نیا مسلمان ہوا ہو یا کسی اور وجہ سے فی الحال قرآن مجید کا عربی متن پڑھنے پر قادر نہ ہو، تو ایسے شخص پر عارضی طور پر قراءت فرض نہیں ہوتی۔ اس صورتِ حال میں، اس کے لیے نماز میں خاموش کھڑے رہنے سے بہتر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر جیسے تسبیح و تہلیل کرلے۔ چونکہ قرآن کا ترجمہ بھی اللہ کے کلام کا مفہوم اور ایک طرح کا ذکر ہی ہے، لہٰذا ایسے مجبور شخص کو بطورِ ذکر اس کا ترجمہ پڑھنے کی اجازت ہے، لیکن یہ اجازت اس بنیاد پر نہیں کہ اس نے قرآن پڑھا، بلکہ اس بنیاد پر ہے کہ وہ قراءت سے عاجز ہے۔

فقیہ اعظم ہند مفتی شریف الحق امجدی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس عبارت پر مزید وضاحت فرمائی ہے کہ یہ اجازت صرف ایک عارضی صورتحال کے لیے ہے۔ ایسے شخص پر لازم ہے کہ وہ دن رات کوشش کرکے جلد از جلد اتنی قرآنی آیات یاد کرلے جتنی نمازمیں پڑھنا ضروری ہیں (یعنی سورۂ فاتحہ اور کوئی چھوٹی سورت)۔ یہ کوئی مشکل کام نہیں اور تھوڑی سی توجہ سے چند گھنٹوں میں سیکھا جاسکتا ہے۔" (ملخص از فتاویٰ امجدیہ وحاشیہ، جلد 1، صفحہ 96، مطبوعہ مکتبہ رضویہ، کراچی)

نومسلم کو قضاء نمازوں میں تخفیف (آسانی):

ایک نومسلم شخص کہ جو دارالحرب میں ایمان لایا اور اُسے وہاں فرضیتِ نماز کا علم ہی نہ ہوا، پھر ایک عرصے بعد اُس کو کسی نے بتایا کہ نماز ادا کرنا بھی فرض ہوتا ہے، تو فقہاء نے واضح لکھا کہ اُس نومسلم پر اُس گزرے ہوئے حالتِ اسلام کے زمانے کی قضا نمازیں ادا کرنا لازم نہیں، حالانکہ دارالاسلام میں رہنے والے عام مسلمان پر یوں نماز چھوڑنے کی صورت میں قضا لازم ہوتا تھی، مگر یہ آسانی خاص دارالحرب میں قبولِ اسلام کرنے والے نومسلم کے لیے ہے۔ "الفتاوی الھندیۃ" میں ہے:

"لا علی مسلم أسلم في دار الحرب ولم يصل مدة لجهله بوجوبها"

ترجمہ: اُس مسلمان پر نمازوں کی قضا لازم نہیں جو دارالحرب میں اسلام لایا اور نماز کے واجب ہونے سے لاعلمی کی بنا پر ایک مدت تک اس نے نماز ادا نہیں کی۔ (الفتاوی الھندیۃ، جلد 01، صفحہ 121، مطبوعہ کوئٹہ)

نومسلم کو قضاء روزوں کی رخصت:

یونہی ایسا نومسلم شخص کہ اُسے دارالحرب میں رہتے ہوئے روزے فرض ہونے کی خبر ہی نہ ہوئی اور کئی سال گزر گئے تو علم ہونے کی صورت میں گزرے ہوئے روزوں کی قضا بھی لازم نہیں ہے، نیز یہ حکم قیاساً و استحساناً دونوں طرح ہے، چنانچہ اِسی کتاب میں ہے:

”حربي أسلم في دار الحرب ولم يعلم بالشرائع من الصوم والصلاة ونحوهما ثم دخل دار الإسلام أو مات لم يكن عليه قضاء الصوم والصلاة قياسا واستحسانا“

ترجمہ: کوئی حربی شخص دار الحرب میں اسلام لائے اور وہ روزہ، نماز وغیرہ جیسے شرعی احکام سے واقف نہ ہو، پھر وہ دار الاسلام میں داخل ہو یا وہیں وفات پا جائے تو قیاس اور استحسان، دونوں کے اعتبار سے اس پر روزوں اور نمازوں کی قضا لازم نہیں ہوگی۔ (الفتاوی الھندیۃ، جلد 01، صفحہ 124، مطبوعہ مکتبۃ رشیدیۃ)

زکوٰۃ میں رخصت:

یہی معاملہ زکاۃ کا بھی ہے، چنانچہ اِسی کتاب میں ہے:

”إذا أسلم الكافر في دار الحرب، وأقام سنين هناك۔۔۔هل تجب عليه الزكاة حتى يفتى بالدفع إن كان علم بالوجوب وجبت عليه ويفتى بالدفع، وإن لم يعلم لا تجب عليه، ولا يفتى بالدفع“

ترجمہ: جب کوئی کافر دار الحرب میں مسلمان ہوا اور وہیں کئی سال تک قیام کرے تو اس پر زکوٰۃ کے وجوب اور ادائیگی کا حکم یہ ہے کہ اگر اسے زکوٰۃ کے واجب ہونے کا علم تھا تو اس پر واجب ہوگی اور ادائیگی کا فتویٰ بھی دیا جائے گا، اور اگر اسے علم نہیں تھا تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی اور نہ ہی ادائیگی کا فتویٰ دیا جائے گا۔ (الفتاوی الھندیۃ، جلد 01، صفحہ 171، مطبوعہ مکتبۃ رشیدیۃ)

عدمِ علم کے سبب حج فرض نہ ہونا:

یونہی نو مسلم دار الحرب میں کئی سال گزار دے اور کروڑوں اربوں کا مالک ہو، مگر اُس کو حج کی فرضیت کا علم نہ ہوا ہو، جس کے سبب اُس نے کئی سال حج نہ کیے ہوں، تو شرعی نقطہ نظر سے اُس پر حج فرض ہی نہیں کہلائے گا، کیونکہ علم نہیں ہوا، چنانچہ اِسی میں ہے:

”(ومنها العلم بكون الحج فرضا) والعلم المذكور يثبت لمن في دار الإسلام بمجرد الوجود فيها سواء علم بالفرضية أو لم يعلم، ولا فرق في ذلك بين أن يكون نشأ على الإسلام أو لا فيكون علما حكميا، ولمن في دار الحرب بإخبار رجلين أو رجل وامرأتين“

ترجمہ: حج کی فرضیت کی شرائط میں سے ایک حج کے فرض ہونے کا علم بھی ہے۔ یہ علم دار الاسلام میں رہنے والے شخص کے لیے محض وہاں موجودگی سے ہی ثابت ہو جاتا ہے، خواہ اسے اس کی فرضیت کا علم ہو یا نہ ہو۔ اس معاملے میں اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اس نے اسلام پر پرورش پائی ہے یا نہیں، لہٰذا یہ ایک ”علمِ حُکمی“ ہے۔ جبکہ

دارالحرب میں رہنے والے کے لیے یہی علم دو مردوں، یا ایک مرد اور دو عورتوں کے خبر دینے سے ثابت ہوتا ہے۔ (الفتاوی الھندیۃ، جلد01، صفحہ218، مطبوعہ کوئٹہ)

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہ اَعْلَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

مجیب: مفتی محمد قاسم عطاری

فتوی نمبر: Fsd-9529

تاریخ اجراء: 29ربیع الاول1447ھ/23ستمبر2025ء

Dar-ul-IftaAhlesunnat (Dawat-e-Islami)

www.fatwaqa.com | daruliftaahlesunnat | DaruliftaAhlesunnat

Dar-ul-ifta AhleSunnat | feedback@daruliftaahlesunnat.net